مطبوعات

حرفِ تلخ: مجموعہ اشعار از کمال الدین کمال سالار پوری۔ ناشر مکتبہ کارواں، کچہری روڈ، لاہور۔
سفید کاغذ پر اچھی طباعت، آرٹ کارڈ کا رنگین سرورق۔ صفحات ۹۷، قیمت صرف ۲۵ روپے۔

"جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا"۔ کتاب کا سرورق دیکھتے ہی یہ مصرع میرے ذہن میں گونج گیا۔ مگر اندرونی سرورق پر یہ مصرع لکھا دیکھا کہ "نوارا تلخ تری زن چوں ذوق نغمہ کم یابی" اسے پڑھ کر اندازہ ہوا کہ معاشرہ کے احوال کے تجربات و مشاہدات نے ان کی شیرینیٔ سخن کو حرفِ تلخ میں بدل دیا۔ سچ یہ ہے کہ کبھی کبھی حرفِ تلخ ہی درست بیٹھتا ہے۔ "کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی۔"

کمال صاحب کا کمال یہ ہے کہ مصروفیات ان کے سارے لمحات کو چٹ کر جاتی ہیں، مگر پھر بھی وہ شعر گوئی کے لیے حسب ضرورت نئے لمحات پیدا کرلیتے ہیں۔ یعنی ۲۴ گھنٹوں کے علاوہ بھی ان کے پاس وقت موجود رہتا ہے۔ "وہ الگ باندھ کے رکھا ہے جو مال اچھا ہے" ۔ وہ زمانۂ نوجوانی سے نوجوان شاعری پیش کرتے چلے آئے ہیں۔ اب انہیں وقت بوڑھا کرنے کے لیے زور لگا رہا ہے مگر وہ حسبِ سابق شعر گوئی میں بالکل نوجوان ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اس دنیا میں اختر میواتی اور حمید جالندھری جیسے کچھ لوگ بھی ہیں، ورنہ ہم کو اور کمال صاحب کو میدانِ اشاعت میں گھسنے کا یارا کہاں۔ یاروں کی ایک خاص صف تو اسی صدمے سے نڈھال ہوئی جاتی ہوگی کہ "اوہ، کمال سالارپوری کا مجموعۂ اشعار کیوں چھپ گیا، اور نہ جانے اور کیا کیا دیکھنا قسمت کے نوشتے میں لکھا ہے۔"

شاعر اور اختر میواتی اور جناب آسی ضیائی کے اہم نوشتے، مجموعہ کا تعارف پیش کرتے ہیں۔

فی الحقیقت یہ چھوٹا سا مجموعہ ۲ طویل نظموں پر مشتمل ہے۔ (۱) ساقی نامہ (۲) زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن۔ یہ دونوں نظمیں خرابیٔ احوال پر تنقید بھی ہیں اور اصلاح کی طرف

متوجہ بھی کرتی ہیں۔ شروع میں ایک حمد اور ایک نعت ہے۔ آخر میں ایک اور نظم کے ۸ بند ہیں، بہ عنوان "جہاں انسانیت کا بول بالا ہو وہاں چلیئے۔" اور دوسری نظم میں سات بند ہیں اور اس کا عنوان ہے "اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد" ۔ آگے چار مصرعوں کے قطعات ہیں، تقریباً ۳۲ ہوں گے۔

نظم ساقی نامہ میں سوشلسٹوں، فریب خوردہ نادان مزدوروں، منعموں اور زرداروں، انتظامیہ اور اس کے کل پرزوں، تفرقہ پرداز حلقوں اور طالب علم گروہ کے فسادِ کردار و احوال پر واشگاف باتیں کہی گئیں ہیں۔ تو ساقی نامہ یوں شروع ہوتا ہے ۔

پلا ساقیا وہ شرابِ طہور غمِ زندگی جس سے ہوجائیں دور
بدن کی خبر ہے نہ دل کی خبر مسائل میں الجھا ہوا ہے بشر

پھر بدلتے ہوئے مضامین کے لیے اچھے اچھے شعر نکالے گئے ہیں۔ مثنوی کی یہ بحر یوں بھی بڑی رواں ہے۔ پہلے پہل جب اکبر الہ آبادی نے اس بحر میں آب لڈور کا نقشہ کھینچا تھا۔ (جسے انگریزی سے ترجمہ کیا گیا) تو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا تھا کہ واقعی ندی سامنے بہہ رہی ہے اور پانی اچھلتا اور رخ بدلتا، پتھروں میں سے ہوتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ کمال صاحب کا بحر بھی بیکراں ہے، انہوں نے ساقی نامہ کی جو جوئے شعر بہائی ہے وہ بھی گاتی، اچھلتی، پتھروں کو ریلتی آگے بڑھ رہی ہے۔

بے علم محنت کش عوام کا نقشہ کھینچتے ہوئے یہ شعر خوب رہا۔

یہ محرومِ فہم و نگاہ و شعور بہشتِ حماقت کے بھولے طیور

منعموں، زرداروں اور جاگیرداروں کا بھی عمدہ نقشہ ہے۔ دو شعر ملاحظہ ہوں ۔

زمانے میں ان کی ذہانت کی دھوم جہالت بھی ہے ان کی بحرالعلوم
نحوست کے بازار میں نیک نام خیانت کی دنیا کے عالی مقام

ایک جگہ "دلال" بغیر تشدید لام باندھا ہے۔ یہاں نر بھی ہیں اور مادے بھی ہیں۔ یہاں مادے کا استعمال درست نہیں۔ آگے انتظامی مشینری پر خوب تبصرہ ہے۔ پھر علما کی باری آتی ہے (علمائے حق مستثنیٰ) ملاحظہ ہوں ۔

یہ زہد و ورع کے جلال و جمال یہ تقویٰ بہ جلوت کے حسن و کمال
یہ دینِ تنفر کے شعلہ بیاں یہ مکتب کی ناگفتنی داستاں
یہ دشنام سازی کی قدسی مشین یہ خلقِ پیمبر کے . واحد امیں

اور پیرانِ خود مست ؎

بدن ان کے موٹے ، ضعیف ان کی روح مگر خواہشیں مثل طوفان نوحؑ

شاعر نے محنت کش غریبوں کی بدحالی اور جدید و قدیم درسگاہوں کے طلبہ کے احوال کو بھی بڑی دردمندی سے بیان کیا ہے۔

پھر "زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن" کے عنوان سے عالمانِ دین کے دورِ عروج کے بعد موجودہ پستی پر اظہارِ درد کیا ہے۔یہ حصہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے' مگر جگہ نہیں کہ دو چار اشعار درج کیے جائیں۔

حق یہ ہے کہ حرفِ تلخ کو کمال صاحب نے اپنے سحرِ فن سے شیریں بنا دیا ہے۔

(ن۔ص)

نور منارہ : تالیف' جناب لالہ صحرائی۔ ناشر : ادارہ معارف اسلامی' منصورہ' لاہور۔ تقسیم کنندہ: المنار بک سنٹر منصورہ' لاہور (کوڈ : ۵۴۵۷۰)۔سفید کاغذ پر اچھی کتابت و طباعت' سرورق دبیز آرٹ کارڈ۔ مضمون کے مطابق خوبصورت منظر' صفحات ۲۶۶' قیمت ۴۵ روپے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی درخشاں اور پرکشش شخصیت کی عکاسی کتنے ہی حضرات مختلف انداز میں کر چکے ہیں۔ مگر جو تشبیہ محترم لالہ صحرائی نے مولاناؒ کے لیے استعمال کی ہے (نور منارہ یا لائٹ ہاؤس) وہ صحیح بھی ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ "لکھی جائیں گی کتابِ دل کی تفسیریں بہت" ۔ خود لالہ صحرائی شاندار ادبی انداز میں مولاناؒ کی شخصیت' اخلاق' فکر' نصب العین اور عملی سرگرمیوں کے متعلق معلومات' تاثرات اور کیفیات کو پیش کرنے میں منفرد مقام تک پہنچے ہیں۔ حقیقتوں کو مسخ اور دھندلا کیے بغیر انہوں نے افسانوی اسلوب کے لباسِ شبنمیں میں بہ اندازِ دگر نمایاں کیا ہے۔ موصوف نہایت زور دار ادبی قلم رکھتے ہیں' اور یہ کتاب اس کی گل افشانیوں پر مشتمل ہے۔

چند جملے بہت اختصار کے ساتھ عرض ہیں :

-----"ہمارے اس عہد میں سید ابوالاعلیٰ مودودی علیہ الرحمہ ایک ایسے ہی مبارک و مکرم شخص تھے جو اپنی زبردست ایمانی قوت اور چٹان کی مانند مضبوط کردار کے ساتھ زندگی بھر جہل کے اندھیروں سے نبرد آزما رہے۔" (ص ۱۲)

-----"میں نے مولاناؒ کی سات آٹھ تالیفات اکٹھی منگوائیں جو میرے لیے راتوں کی نیندیں حرام کرنے والا لٹریچر ثابت ہوئیں .... اس طرح مولانا نے مجھے گویا

پہلی نظر میں گھائل کردیا۔" (ص ۱۹)

-----"آپ کو (مراد مولف) آج ایک غیر مسلم کے قتل پر افسوس ہو رہا ہے اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے' اس ملک میں مسلمان مسلمان پر ہر ظلم کرے گا' مسلمان مسلمان کا حق مارے گا' حتیٰ کہ مسلمان مسلمان کا گلا کاٹے گا......... خود کو خادم اسلام' مجاہد اور غازی بھی کہلائے گا۔" (ص ۲۴)

-----"روایت پروری اور وضع داری کے تو مولاناؒ بادشاہ ہیں" (ص ۳۱)

یہ چند سطریں لکھنے کے بعد میرا اندازہ یہ ہے کہ اس طرح کے فقرے جمع کرنے میں بھی بات لمبی ہوجائے گی۔ میرا خیال ہے کہ بس ایک بڑا اقتباس اور شامل کردوں:

-----"طریقِ تنظیم میں مولاناؒ نے ایک نیا اہتمام یہ کیا کہ افرادِ تنظیم کے لیے عہدوں اور مناصب کی خواہش اور ان کے لیے ہر قسم کی خفی و جلی کوشش (یہاں لفظ خواہش دوبارہ استعمال کیا گیا ہے جو اچھا نہیں لگتا۔ راقم سطور) کو ناجائز قرار دے دیا۔ اور جماعتی عہدوں کے ساتھ آخرت کی جوابدہی کے گہرے احساس کو وابستہ کرکے ان عہدوں کو برتری اور چوہدراہٹ کا روپ دینے کے بجائے ایسی گراں بار ذمہ داریوں کا امین بنا دیا کہ لوگ مارے خوف کے ان سے گریز کرنے لگے۔" (ص ۴۸)

فی الواقع صحیح مقصد کے لیے کام کرنے والی کسی تنظیم کی یہ بڑی اہم علامت ہے۔

یہ چند سطریں تو محض تعارفِ کتاب کے لیے تھیں' اہلِ ذوق خود ملاحظہ فرما کر لطف اندوز ہوں۔

کتاب کے تقریباً دو تہائی حصہ میں مولاناؒ کے ارشادات' سوالوں پر دیئے گئے جوابات یا لٹریچر کے اہم اقتباسات کا گنجینۂ معنی آپ کے سامنے آئے گا اور بہت سی باتوں کے ساتھ "شانِ نزول" بھی۔ یہ اقتباسات لالۂ صحرائی کے ذہنِ رسا اور ذوقِ بلند کے آئینہ دار ہیں۔ انہوں نے بہت سی فراموش کردہ باتیں ہم کو یاد دلا دی ہیں۔ داغ ہائے سینہ کو تازہ رکھنے کے لیے نادر نسخہ ہے۔ (ن۔ ص)

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ: مصنف: پروفیسر محمد سلیم' ناشر: فاران نشریات' ۳ بہاول شیر روڈ' مزنگ لاہور۔ ضخامت: ۷۹ صفحات --- قیمت ۵۰ روپے

مولانا مودودیؒ عصر حاضر کے ایک بڑے انسان تھے ---- بڑا انسان ہونا خوش بختی ہے اور ایک اعزاز بھی۔ بڑے آدمیوں کی زندگی میں کسی نہ کسی پہلو سے دل کشی اور جاذبیت ہوتی ہے اور بسا اوقات ان کے ہمہ گیر و ہمہ پہلو کارناموں کا بیان آسان نہیں ہوتا --- ان کی شخصیت کے جس پہلو کو لیں، ؎ "کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجا است" کی کیفیت نظر آتی ہے اور، ؎ "ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما" کا احساس ہوتا ہے --- مولانا مودودیؒ ایسے ہی بڑے آدمی تھے۔

ان پر متعدد کتابیں لکھی جاچکی ہیں، اور ان کی زندگی اور کارناموں کے کئی رخ سامنے آچکے ہیں، بایں ہمہ ان کی ہزار شیوہ شخصیت کے متعدد پہلوؤں کی نقاب کشائی باقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے مولانا مرحوم کا زمانہ پایا، انہیں دیکھا اور احیائے اسلام کے لیے ان کی تاریخ ساز جدوجہد کا مشاہدہ کیا، وہ وقتاً فوقتاً ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں۔

پروفیسر سیّد محمد سلیم ہمارے دور کے ممتاز معلم و مورخ اور مصنف ہیں۔ زیر نظر کتاب میں، انہوں نے اختصار، مگر جامعیت کے ساتھ مولاناؒ کی شخصیت اور علمی و دینی کارناموں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ پہلے تو انہوں نے، وہ تاریخی اور تشکیلی پس منظر بیان کیا ہے، جس میں مولاناؒ کی شخصیت پروان چڑھی۔ ان کے خیال میں برعظیم ہندو پاکستان کے مسلمانوں پر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ اس نے مجدد الف ثانیؒ، شیخ احمد سرہندیؒ اور شاہ ولی اللہؒ ایسی عبقری شخصیات کے تسلسل میں، ابوالاعلیٰ مودودیؒ ایسے نابغہ روز گار انسان کو پیدا کیا، جس نے مسلمانوں کو اقامتِ دین کا بھولا ہوا نصب العین یاد دلایا، اور اس ضمن میں منظّم جدوجہد کے لیے، انہوں نے ایک جماعت تشکیل دی، جو اسلامی نظام کے قیام کے لیے اپنی سعی و کاوش جاری رکھے ہوئے ہے۔

پروفیسر سیّد محمد سلیم بتاتے ہیں کہ الجہاد فی الاسلام، ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا پہلا نمایاں علمی کام ہے۔ اس کی داد انہوں نے علامہ اقبالؒ جیسے نابغۂ عصر سے پائی۔ "اس کتاب کا لکھنا خود مولانا مودودیؒ کے لیے، اور مسلمانوں کے لیے خیر کا سبب بنا" (ص ۱۹)۔ مولاناؒ نے بعد ازاں ترجمان القرآن جاری کیا، تو فکری محاذ پر انہیں بیک وقت مغربیت، عقلیت پرستی، لادینیت اور متحدہ قومیت کے خلاف چومکھی لڑائی لڑنی پڑی۔ بطورِ خاص، مسئلہ قومیت پر ان کی تحریروں نے تشکیلِ پاکستان کی مہم میں اہم کردار ادا کیا۔ سیّد محمد سلیم کہتے ہیں کہ نصف صدی گزر جانے کے بعد، آج ہم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ رسالہ "ترجمان القرآن" نے مسلمانوں کے ساکن اور جامد بحر میں کس قدر

تموّج اور تلاطم پیدا کردیا تھا ---- پھر انہوں نے مولانا مودودیؒ کی برپا کردہ تحریک ' جماعتِ اسلامی کی تشکیل' اس کی ہیئت' دائرہ کار اور میدانِ عمل کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ مولاناؒ نے جماعت کو ایسی ٹھوس تنظیمی بنیادوں پر منظّم کیا کہ تشدد و ابتلا کے کئی وار بھی اس کے ڈھانچے کو نہیں ہلا سکے۔

"تفہیم القرآن" مولانا مودودیؒ کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ مصنف نے بجا طور پر ' قارئین کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ سرسیّد' مولانا فراہیؒ اور ابوالکلام آزاد کی تفاسیرِ قرآن ناتمام رہیں۔ مگر مولانا مودودیؒ پر اللہ کا خاص کرم ہوا کہ سیاسی ہنگامہ خیزیوں کے باوجود انہوں نے یہ تفسیر مکمل کرلی۔ آگے چل کر انہوں نے پاکستان کی دستوری جدوجہد میں مولاناؒ کے تاریخی کردار' اسی طرح ابتلا و آزمائش میں ان کی عزیمت اور علماء کی طرف سے ان کی مخالفت کا ذکر کیا ہے۔ یہاں انہوں نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں : گروہِ علماء کی مخالفت کا انداز بڑا عجیب ہے۔ ایک عالم جو عدالتِ عالیہ کے جج بھی رہ چکے تھے۔ ان سے سوات کے سفر میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے وہ تمام باتیں دہرائیں' جو"خلافت و ملوکیت" کے ضمن میں بطور اعتراض کہی جاتی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ باتیں مولانا مودودیؒ نے طبری' طبقات ابن سعد' ابن العربی وغیرہ سے لی ہیں۔ آپ مولاناؒ کی تو مخالفت کرتے ہیں' مگر ان مصنّفین کا نام نہیں لیتے ' جنہوں نے مولاناؒ سے بھی پہلے یہی باتیں لکھی ہیں۔ وہ فرمانے لگے : "انہوں نے تو عربی میں لکھا ہے۔ مودودیؒ نے اردو میں لکھا ہے' اس لیے جرم اس کا ہے" --- مگر اس کے ساتھ سیّد محمد سلیم نے بتایا کہ حق گو اور انصاف پسند علماء نے مولانا مودودیؒ کی دینی خدمات کا ہمیشہ اعتراف کیا اور ان کی تحسین کی ہے۔

پروفیسر صاحب کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ : بلاشبہ مولانا مودودیؒ ایک نابغۂ عصر تھے' جنہوں نے زمانے کا رخ پھیر دیا' اور جنہوں نے وقت کا دھارا موڑ دیا:

؎ جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے

اس کتاب کی اشاعت و طباعت معیاری اور کاغذ نہایت عمدہ ہے' البتہ سرورق کی کلر سکیم' موضوع کے حسبِ حال نہیں۔

(تبصرہ نگار۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی)